اشارات

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ عوام الناس کی اصلاح اور تزکیہ کے لیے جب ایک مہینے کے روزے ہر فرد پر فرض کرنا مطلوب ہوا' تو یہ بھی ضروری ہوا کہ اس مہینے کا تعین کر دیا جائے۔ اگر ہر شخص کو اختیار دے دیا جاتا کہ وہ اپنی سہولت کے لحاظ سے کسی ایک مہینہ کے روزے رکھ لے' تو "عذرات اور بہانہ جوئی کا دروازہ کھل جاتا' امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جاتا' اور اسلام کی یہ عظیم الشان عبادت گمنام ہو کر رہ جاتی"۔ پھر جب ایک مہینہ کا تعین ضروری ہوا تو اس مقصد کے لیے'

> اس مہینہ سے زیادہ حق کس کا ہو سکتا تھا جس مہینے میں قرآن نازل ہوا' ملتِ مصطفویؐ کو استحکام و غلبہ حاصل ہوا' اور جس میں شبِ قدر پائے جانے کا امکان غالب ہے۔

رمضان المبارک میں قرآن مجید نازل ہوا' اور اسی لیے اس مہینے کو روزے رکھنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے' اس امر کو خود قرآن نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ یہ رمضان کی ایک مبارک رات تھی' قوی امکان ہے کہ آخری عشرہ کی کوئی طاق رات' اور طلوعِ سحر کا وقت' جب جبرئیل امین ہدایتِ الٰہی کے نور کی پہلی کرن لے کر غارِ حرا میں داخل ہوئے اور نورِ قرآن سے قلبِ محمدیؐ کو منور کر دیا۔ اس طرح ملتِ مصطفویؐ کا بیج بو دیا گیا' امتِ مسلمہ کی بنا رکھ دی گئی' حیاتِ انسانی کی سحر کے طلوع کا سامان ہو گیا' اور افق عالم پر صبح نو کی پہلی روشنی نمودار ہو گئی۔ رمضان میں نزولِ قرآن کا یہ دن حیاتِ ملی کا سب سے اہم اور مبارک دن ہے کہ اسی دن ملت کو وجود بخشا گیا' ملت کے جسد میں روح پھونکی گئی' اس کا مقصدِ حیات مقرر کر دیا گیا' اور اس کے عروج و زوال کے سارے اسرار اس پر نازل کر دیے گئے۔

مگر اس بات کا ادراک کم لوگوں کو ہے کہ روزوں کے اس مہینے ہی میں حیاتِ ملی کے وہ دو

اہم واقعات پیش آئے' وہ دو سنگِ میل نصب کیے گئے' وہ دو باب لکھے گئے' جنھوں نے حرا کے پیغام کی حقیقت عیاں کر دی' اس کی تشکیل اور صورت گری مکمل کر دی' کلامِ الٰہی کے ننھے منے بیج کو ایک ایسا تن آور اور ثمربار شجر بنا دیا جس کی جڑیں آج تک نہیں ہلائی جا سکیں اور جس کی شاخیں صدیوں تک عالمِ انسانی کے اوپر سایہ کیے رہیں' اور آج بھی کیے ہوئے ہیں۔ ان دو تاریخی واقعات نے امّتِ محمدیہ کو وسعت و استحکام عطا کیا' خوف کو امن سے' ضعف کو قوت سے' مغلوبیت کو تمکین سے بدل دیا' اور مستضعفین کو مشارق الارض و مغاربھا میں استخلاف و امامت کے منصب پر فائز کر دیا۔ ایک واقعہ جنگِ بدر کا' اور دوسرا فتحِ مکہ کا۔ اسی لیے شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ رمضان روزوں کے لیے اس لیے ہی مخصوص کیا گیا کہ اس ماہ میں "ملّتِ مصطفویؐ کو استحکام و غلبہ حاصل ہوا۔"

یہ رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ تھی جب ندائے حرا پر لبیک کہنے والے' حاملِ قرآنؐ کا ہاتھ تھام لینے والے' اور اس جرم میں اپنے گھروں سے نکالے جانے والے بدر کے میدانِ جنگ میں قرآن اور حاملِ قرآنؐ کے مخالفین و معاندین کے مقابلے میں نتحیاب ہوئے۔ قرآن خود فرقان ہے' یوم بدر یوم الفرقان بن گیا۔ یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی کہ **اِقْرَاْ** اور **قُمْ فَاَنْذِرْ** کی راہ پر منزل تک پہنچنے کے لیے بدر کے معرکہ سے گزرنا ناگزیر ہے' اور یہ بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ فتح' زندگی اور غلبہ حق کا مقدر ہے' باطل کا انجام ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

پھر یہ رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ تھی جب حق کو فتح مبین نصیب ہوئی' اور مکہ کہ جو **ام القری** ہے' اور ام القری میں واقع اللہ کا وہ پہلا گھر کہ جو سارے جہانوں کے لیے برکت و ہدایت کا مخزن و منبع ہے' بندگیٔ ربِ واحد کا مرکز بن گیا۔ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثار ساتھی جہاں سے بے سرو سامانی کے عالم میں' ظلم و ایذا اور قتل کے منصوبوں کا شکار بنا کر نکالے گئے تھے' وہاں اس طرح داخل ہوئے کہ دشمن مغلوب تھے اور سارے خداوندان باطل سرنگوں۔

پھر جلد ہی ساری کی ساری بشارتیں پوری ہوئیں۔ ظلم و فساد کے آتش کدے بجھ گئے' اپنے جیسے انسانوں کی گردنوں پر خدا بن کر بیٹھنے والوں کے استکبار اور جاہ و حشم کے محلات زمین بوس ہو گئے' **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ** کے ماننے والے عرب و عجم کے مالک بن گئے' یکہ و تنہا عورت زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتی اور کوئی اس پر ٹیڑھی نظر ڈالنے کی جرات نہ کرتا' لوگ ہاتھ میں سونا لے کر نکلتے اور کوئی لینے والا نہ پاتے۔

آج' ہجرت کی پندرھویں صدی کے آغاز میں' امت جس نازک بحران سے گزر رہی ہے

اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے' اور مستقبل کے پردہ میں فلاح و کامرانی کے جو تابناک امکانات اور بشارتیں پوشیدہ ہیں ان کو زندہ حقیقت بنانے کے لیے' ہدایت و رہنمائی کا سارا سامان ان تین واقعات میں موجود ہے جو رمضان المبارک میں پیش آئے۔ آج کے لیے حکمتِ عملی' پالیسی' لائحہ عمل اور تدابیر وضع کرنا تو آج ہی کے لوگوں کا کام ہے' اور یہ سب آج کے زمانے کے مطابق ہی ہوں گی' لیکن دورِ آغاز کے یہ واقعات وہ منارۂ نور ہیں جن کی روشنی ہی میں یہ کام اس طرح ہو سکتا ہے کہ کامیابی سے ہم کنار کرے۔ اس امت کے ہر دور میں کامیابی و ترقی کا راز اسی راستے میں پوشیدہ ہے جس سے دورِ اوّل میں کامیابی و ترقی نصیب ہوئی۔ بڑی محرومی کی بات ہوگی اگر رمضان آئے اور گزر جائے' اور امت اپنے مستقبل کی صورت گری کے لیے وہ روشنی حاصل نہ کرسکے جو رمضان میں ہونے والے ان واقعات میں موجود ہے۔

اِقْرَاْء (پڑھو اور سناؤ) کے پیغام سے قرآن مجید کا نزول شروع ہوا' کارِ رسالت کا آغاز ہوا' اور امتِ مسلمہ وجود میں آئی۔ قرآن ہی اس امت کی روح ہے جس کے ساتھ اس کی حیات و موت وابستہ ہے' قرآن ہی اس کا مقصد و مشن ہے' مقاصد و مساعی کا مرکز و محور ہے' اور قرآن کے ساتھ اس کی روش ہی پر اس کے عروج یا زوال' عزت یا ذلت' اتحاد یا افتراق اور استحکام یا شکست و ریخت کا انحصار ہے۔

گر تو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

اسی لیے ہر سال ماہ رمضان میں پورے قرآن مجید کا سننا اور سنانا ضروری قرار پایا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کسی کتاب کو وہ مقام حاصل نہیں ہے' یہاں تک کہ انھیں بھی نہیں جنھیں کتاب الٰہی مانا جاتا ہے' جو مقام قرآن کو امت کی زندگی میں حاصل ہے۔ یہ وہ واحد کتاب ہے جو اپنے ماننے والوں کے دلوں میں بستی ہے' سینوں میں نقش ہے' زبانوں پر جاری رہتی ہے' رات دن اس کی تلاوت ہوتی ہے' ان گنت ختم ہوتے ہیں' رمضان میں ہر مسجد میں تلاوت و سماعت کا اہتمام ہوتا ہے' کروڑوں نسخے گردش میں ہیں' روزانہ ہزاروں مجالسِ درس ہوتی ہیں' تفاسیر کے انبار لگتے جارہے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ اس سب کے باوجود' نہ امت کی ذلت عزت سے بدلتی ہے' نہ مسکنت قوت سے' نہ خوف امن سے' نہ افتراق اتحاد سے۔ اور پڑھنے والوں کے نہ دل کانپتے ہیں' نہ آنکھیں نم ہوتی ہیں' نہ سوچ بدلتی ہے' نہ اخلاق بہتر ہوتے ہیں۔ کیا قرآن نے اپنی تاثیر کھو دی؟ یا قرآن کے ماننے والوں ہی نے' ساری

ظاہری وابستگی کے باوجود، قرآن کو کھو دیا؟ کہیں وہ قرآن کے اس قول کے مصداق تو نہیں ہو گئے کہ ''آخر کار تمہارے دل سخت ہو گئے، پتھر کی طرح سخت، بلکہ سختی میں ان سے بڑھے ہوئے'' **(ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ)**؟ اس سوال کا جواب دیے بغیر مستقبل کی کلید امت کے ہاتھوں میں نہیں آسکتی۔

قرآن کی تاثیر ان ہی لوگوں کے لیے کارگر ہو سکتی ہے جو اس کو وہی مقام دیں جو اس کا حق ہے۔ تب ہی دعوی ایمان صحیح ہو سکتا ہے، تب ہی اس کے فیوض و برکات حاصل ہو سکتے ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ط اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ط

(البقرہ ۲:۱۲۱)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب (کی نعمتیں) دی ہیں یہ وہ ہیں، جو اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے۔ وہی اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں۔

تلاوتِ قرآن کا حق یہ ہے کہ اللہ کا کلام دلوں کے اندر بھی حکمراں ہو، بازاروں، چوراہوں اور ایوانوں میں بھی۔ پرائیویٹ زندگی کا بھی رہنما اور امام ہو، پبلک زندگی کا بھی۔ قرآن ہی آرزو اور جستجو، فکر و سعی، تعلیم و تربیت، اور ثقافت و اجتماعیت کا مرکز و محور ہو۔ ان پڑھ اور پڑھے لکھے امیین کے درمیان قرآن کی تعلیم اتنی عام ہو کہ انہیں ہدایتِ الٰہی میں محض اپنے بے بنیاد خیالات اور آرزوؤں کا عکس نظر نہ آئے، اور علماء سُو اپنی من مانی تعبیر و تفسیر کو منشائے الٰہی کا مقام دینے میں کامیاب نہ ہوں۔

اتنا ہی بڑا حق تلاوتِ قرآن کا یہ بھی ہے کہ امت اس کو تمام انسانوں کو پڑھ کر سنائے **(اِقْرَاْ)**، دنیا بھر کو، اس کی تلاوت کرکے، اس کے پیغام سے آگاہ کر کے **(اُتْلُ)** کافۃ الناس تک اس کو پہنچا دے، اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو **(بلاغ ما انزل)**، کھڑی ہو جائے اور آگاہ کرے **(قُمْ فَاَنْذِرْ)**، اور اپنے قول و عمل سے اس کو جوں کا توں پہنچائے۔ ہدایتِ الٰہی کی امانت پانے کے معنی اپنے رب سے اسی مشن کا عہد و میثاق ہے۔ اس عہد و میثاق کو وفا کرنے کا انعام عزت و سربلندی ہے، نقض میثاق کا انجام لعنت، قساوت قلوب، اور ذلت اور مسکنت۔

اسی لیے حرا سے جس زندگی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے، اس کا اتمام ''فتح مکہ'' ہے، اور اس راہ میں ''بدر'' کا یوم الفرقان ناگزیر تھا، اور ہے۔ اس بارے میں آج کے مسلمانوں کو کوئی غلط فہمی ہو تو ہو، نہ اس دل میں کوئی شک و شبہ تھا جس پر جبریل امین قرآن نازل کر رہے تھے، صلی

اللہ علیہ وسلم، نہ ان کو جو اس قرآن کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے یا اس کو محض سننے والے تھے، یا جنھوں نے اس کی پکار پر لبیک کہہ دیا تھا۔ حیاتِ نبویؐ میں اس کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔

حضورؐ حرا سے اتر کر آئے تو آپؐ لرز رہے تھے اور آپؐ کی زبان پر **لقد خشیت علی نفسی** (مجھے اپنی جان کا ڈر ہے) کے الفاظ تھے۔ بڑی کم فہمی ہوگی اگر سمجھا جائے کہ یہ "جان کا ڈر" ایک اجنبی مشاہدہ کا نتیجہ تھا، یہ تو مستقبل کے مراحل و منازل کا احساس تھا جس سے قلب و جسم مبارک کانپ رہے تھے۔ اس مستقبل کا احساس اور خبر آپؐ کی دعوت میں ہر وقت جلوہ گر رہی۔ آپؐ کلمہ کی دعوت دیتے تو یہ بشارت بھی موجود ہوتی کہ "یہ ایک کلمہ مجھ سے قبول کرلو، اس کے ذریعے تم سارے عرب کے مالک بن جاؤ گے اور سارا عجم تمھارے پیچھے چلے گا۔" ایک ایک سردارِ قبیلہ کے پاس جاتے اور فرماتے کہ مجھ پر ایمان لاؤ، مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میرے کام میں میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ میں اس حق کو عیاں کردوں جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ جب ساتھی مٹھی بھر تھے، اور دہکتے انگاروں پر لٹائے جارہے تھے، تب بھی آپؐ خانہ کعبہ کی دیوار کے سائے میں یہی فرما رہے تھے کہ "اللہ تعالیٰ ضرور میرے اس کام کو مرحلۂ تکمیل تک پہنچائے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔" عتبہ کی نگاہ نے بھی اس منزل کو دیکھ لیا تھا جو حرا کے پیغام میں مضمر تھی۔ اس نے مخالف سرداروں سے کہا کہ محمدؐ کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اگر اسے غلبہ حاصل ہو گیا تو "اس کا اقتدار تمھارا اقتدار ہوگا، اور اس کی طاقت و غلبہ تمھاری طاقت و غلبہ"۔ بنو عامر کے سردار بحیرہ بن فراس کی فراست نے بھی مستقبل میں پوشیدہ اس "حکومت و اقتدار" میں اپنا حصہ مانگ لیا تھا، جو دعوتِ قرآنی میں مضمر تھی۔ سفرِ ہجرت کی بے سرو سامانی کے عالم میں آپؐ نے تعاقب کرنے والے سراقہ کو کسریٰ کے کنگن عطا فرما دیے تھے۔ عقبہ کے مقام پر بیعت کرتے ہوئے انصار بھی ان منازل سے پوری طرح آگاہ تھے۔ یہ "سرخ و سیاہ سے جنگ کا پیمان تھا"۔ اس میں "اشراف کی ہلاکت اور اموال کی تباہی" کے امکانات مضمر تھے۔

رمضان میں حرا سے جو کارواں چلا، اس نے رمضان ہی میں بدر کی منزل سر کی۔ بدر کے میدان میں ہماری امت کے اولین نے اپنی جاں نثاری سے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد اور فتح کی سرفرازی سے اس عہد و میثاق پر آخری مہر ثبت کردی جس کی تکمیل کے لیے یہ امت وجود میں لائی گئی، جب رسولِ امتؐ نے بڑے پرسوز، بڑے قطعی، اور بڑے ناز و نیاز سے لبریز

الفاظ میں یوں فرمایا کہ

"خداوندا! اگر یہ چند جانیں آج ختم ہو گئیں تو پھر قیامت تک تیری عبادت نہ ہوگی"۔

بدر کے میدان میں چند جانوں ہی کو فتح اور زندگی نہیں بخشی گئی' بلکہ ایک عقیدہ اور تہذیب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی بخشی گئی۔ اور رہتی دنیا تک امت کی زندگی اور غلبے کو اس امر کے ساتھ مشروط کر دیا گیا کہ اس کے دم سے روئے زمین پر اللہ کی عبادت ہوتی رہے گی' اورنبوت محمدیؐ کی اس خصوصیت کا اظہار ہوتا رہے گا کہ "میرے لیے پوری زمین مسجد بنا دی گئی ہے"۔ بدر سے مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ "حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے' تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے" اور "جسے ہلاک ہونا ہو وہ دلیلِ روشن کے ساتھ ہلاک ہو' اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیلِ روشن کے ساتھ زندہ رہے" (سورۃ الانفال)

بدر کے یوم الفرقان سے کئی اہم حقیقتیں آشکار ہو گئیں' جن کو اپنے سامنے رکھنا آج امت کے لیے ناگزیر ہے۔

یہ حقیقت کہ عقیدوں' تہذیبوں اور قوموں کے درمیان معرکوں میں فتح و شکست کا انحصار تعداد اور مادی وسائل پر نہیں' بلکہ اپنے مقاصد سے وابستگی' وفاداری' جاں نثاری' قربانی اور استقامت پر ہے۔ امت کا مقصود و ہدف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لیے' قرآن کی زبان میں' ایمان' تقویٰ اور صبر ہی وہ کنجیاں ہیں جن سے فتح و نصرت کے دروازے کھلتے ہیں' دشمنوں کے مکر و قوت کے تارو پود بکھر جاتے ہیں' فرشتے ہزاروں کی تعداد میں پشت پناہی کرتے ہیں' 'ایک' سو کے مقابلے میں اور دس' ہزار کے مقابلے میں بھاری ہو جاتے ہیں' قلتِ سامان و تعداد کے باوجود غلبہ نصیب ہوتا ہے' اور آسمان و زمین سے برکتوں کے دہانے کھل جاتے ہیں۔ اس لیے سب سے بڑھ کر فکر ایمان' تقویٰ اور صبر کی کرنا چاہیے۔

یہ حقیقت کہ' اخلاقی قوت کے ساتھ ساتھ' حسب استطاعت ہر قسم کی مادی قوت کا حصول اور دشمن کے مقابلے میں ہر قسم کے سازو سامان کی فراہمی بھی ضروری ہے' اور دل کھول کر خرچ کرنا بھی۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ "جہاں تک تمھارا بس چلے' زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو..... اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمھاری طرف پلٹایا جائے گا۔"

یہ حقیقت کہ دشمن کے خلاف معرکہ میں ثبات اور ذکرِ الٰہی جتنا ضروری ہے اتنا ہی ضروری

یہ ہے کہ افتراق و انتشار اور جھگڑوں سے پاک رہا جائے اور اتحاد و اتفاق ہر قیمت پر برقرار رکھا جائے' ورنہ ایسی کمزوری پیدا ہوگی جس کا مداوا کسی صورت نہ ہوگا ' اور ایسی ہوا اکھڑے گی کہ پھر نہ بندھ سکے گی۔

یہ حقیقت کہ ایمان' ہجرت اور جہاد و نصرت ہی امت میں دوستی' تعاون' حمایت اور ولایت کے علاقوں کی بنیاد اور جواز ہیں۔ اگر کفار ولایت کے رشتوں میں منسلک ہوں' اور مسلمان نہ ہوں' تو زمین میں فتنہ اور فساد کبیر پھیل جائے گا' اور اس زہریلے جنگل کا سب سے زیادہ زہریلا اور خاردار حصہ اسی امت کے حصے میں آئے گا جس کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تھا یہاں تک کہ فتنہ بالکل ختم ہو جائے۔

یہ حقیقت کہ جو ایمان' ہجرت اور جہاد و نصرت کی زندگی اختیار کریں گے "وہی سچے مومن ہیں"۔ ایمان و جہاد کی دعوت ہی میں ملت کی زندگی مضمر ہے۔ اللہ اور رسولؐ جس چیز کی طرف بلاتے ہیں اسی میں عزت' قوت اور غلبے کی زندگی کا راز ہے۔

آج امت اپنی تاریخ کے جس نازک دور سے گزر رہی ہے' اس میں کامیابی کی کوئی راہ ان حقیقتوں سے گریز کر کے نہیں کھل سکتی۔ عام مسلمان ہوں' اسلام کے علم بردار ہوں' مختلف شعبہ ہائے زندگی کے لیڈر ہوں' حکمراں ہوں' سب کو رمضان کے اس مبارک مہینے میں اپنے اندر اور مسلمان ملت میں' ان حقائق کی روح پھونکنے کا عزم کر لینا چاہیے۔ یہی راہ "فتح مکہ" کی منزل تک لے جا سکتی ہے۔

"فتح مکہ" کی منزل تک پہنچنے کے لیے کچھ مزید زادِراہ بھی ناگزیر ہے' جس سے آج بدقسمتی سے امت تہی دامن ہے۔ خاص طور پر' ایک محکم اور حکیمانہ حکمتِ عملی' دوسرے رحمت و شفقت اور عفو و درگزر' اپنوں سے بھی پیار' دشمنوں سے بھی پیار' کہ محبت ہی فاتح عالم ہے۔

محکم اور حکیمانہ حکمتِ عملی کے معنی یہ ہیں کہ جہاں جھکنا سود مند ہو وہاں جھک جائیں' جہاں آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنا ضروری ہو وہاں جم جائیں' جہاں محاذ آرائی سے راستہ بنتا ہو وہاں مردوں کی طرح لڑ جائیں۔ کبھی اپنے عزائم خفیہ رکھیں' کبھی ان کا اعلان کریں۔ کبھی خندق کھودیں' کبھی خود حملہ آور ہو جائیں۔ کبھی صلح کرلیں' کبھی معاہدے منہ پر مار دیں۔

عفو و رحم کس طرح فتح مبین میں بدل جاتی ہے' اس کی بہترین جھلک فتح مکہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ حضورؐ نے فتح کے دن کو بر و وفا کا دن بنا دیا۔ فاتحانہ پالیسی عفو و رحمت سے ترتیب دی۔ ابوسفیان' اس کی بیوی ہندہ' حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی' ابوجہل کے بیٹے عکرمہ' عبداللہ

بن سعد بن ابی سرح جو مرتد ہو گئے تھے' ہبار بن الاسود جس نے بنت رسول حضرت زینبؓ کا حمل ساقط کر دیا تھا -- اور ان جیسے دیگر بے شمار دشمنوں کو رحمتہ للعالمین کے عفو و رحمت کے سایہ نے ڈھانپ لیا۔ اسی عفو و رحمت نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کی ایک فاش غلطی کو بھی سمیٹ لیا' جب انہوں نے حضورؐ کے فتح مکہ کے منصوبوں سے اپنے اعزا و اقربا کو ایک خط کے ذریعے مطلع کرنا چاہا۔ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک' یہی رحمت و شفقت اور عفو و محبت تھی کہ جس نے مکہ بھی مسخر کر لیا' اہل مکہ کو بھی۔ دشمن کی اپنی صفیں منتشر ہو گئیں' ان کی فصیلوں میں شگاف پڑ گئے' کشت و خون کے بغیر عرب کے مرکز پر اسلام غالب آگیا۔ یہی دشمن جگری دوست بن گئے' انہوں نے ہی ۳۰ سال کے عرصہ میں گردوپیش کی ساری متمدن دنیا کو' اٹلانٹک کے ساحل تک' الہ واحد اور اس کے پیغمبرؐ کے نام اور پیغام سے معمور کر دیا۔

ہے کیا آج ہمارے معرکہ آراؤں میں یہ حکمتِ عملی' اور یہ عفو و رحمت؟

رمضان کا مہینہ قرآن کا مہینہ ہے۔ قرآن کو مشن و مقصد اور زندگی میں حکمراں بنانے کے لیے بہت کچھ کرنا ہوگا۔ اور کرنا چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ حیاتِ اجتماعی' ریاست اور قانون کے دائروں میں کار فرما قوتوں سے جو کچھ اور جتنا کچھ کرایا جا سکتا ہو' اس کے لیے بھرپور جدوجہد جاری رکھی جائے۔ لیکن اتنا ہی' بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم اور فہم کو عام کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں حکومت کے سربراہ' حکومتی ادارے' تعلیم گاہیں'غیر سرکاری ادارے' اور افراد نجی طور پر وہ سب کچھ کریں جو وہ کر سکتے ہوں۔ کچھ اقدامات بسہولت کیے جا سکتے ہیں' اور دور رس نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔

○ ہر آدمی جو پڑھ سکتا ہو' اس رمضان المبارک سے یہ عہد کرے' اور اس پر عمل شروع کر دے' کہ وہ روزانہ کم سے کم تین آیات یا جتنا زیادہ ممکن ہو' ضرور ترجمہ سے پڑھے گا۔ یہ کام آج شروع ہو گا تو دو' چار' چھ سال میں مکمل ہو جائے گا۔

○ تمام تعلیمی اداروں میں قرآن مجید باترجمہ پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ اس کا امتحان بھی رکھا جائے۔ اس کے نتائج کو امتحانی نتائج میں اسی طرح' بلکہ اس سے زیادہ' وزن دیا جائے جتنا دوسرے مضامین کو دیا جاتا ہے۔

○ سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں بھی قرآن مجید کے کچھ حصے باترجمہ پڑھنا لازمی قرار دیا جائے۔ ممکن ہو تو اس کے لیے مالی ترغیب دی جائے۔

○ سرکاری ملازمتوں کے لیے مقابلے کے سارے امتحانات میں بھی قرآن مجید کے ترجمے کا امتحان لازم کر دیا جائے۔

○ ابلاغِ عامہ کے ذرائع' ٹیلی ویژن' ریڈیو' اخبارات سب اپنے وقت اور صفحات کا ایک حصہ قرآن مجید کے ترجمے کی تعلیم کے لیے مخصوص کر دیں۔

○ محلوں میں' دیہاتوں میں' مساجد میں' اور پبلک اداروں اور عمارات میں بھی قرآن مجید کے ترجمے کی تعلیم کے انتظامات کیے جائیں۔

○ اساتذہ اور دیگر تعلیم یافتہ لوگوں کو قرآن مجید باترجمہ پڑھانے کی تربیت دی جائے۔ اساتذہ اور سرکاری ملازموں کو فارغ اوقات میں کلاسیں لینے کی ترغیب دی جائے' اور ممکن ہو تو مالی معاوضہ بھی دیا جائے۔

اس طرح حکومت' غیر سرکاری ادارے' افراد سب مل کر پوری قوم میں قرآن پڑھنے اور قرآن کو سمجھنے کی ایک لہر پیدا کر دیں۔ یہ لہر بہت سا خس و خاشاک' ملبہ' اور گندگیوں کو بہا کر لے جائے گی۔

قوم کا تعلق قرآن سے قائم ہو جائے گا تو ایمان قوی ہوگا' سوچ درست ہوگی' عمل کی اصلاح ہوگی' جہاد کی صلاحیت پیدا ہوگی' اور "بدر" اور "فتح مکہ" کی منازل تک پہنچنے کی راہیں کھلیں گی۔

بقیہ: روزہ اسوۂ نبویؐ کی روشنی میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے اور دریافت فرماتے کہ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ اگر جواب انکار میں ملتا تو فرماتے پھر آج میرا روزہ ہے۔ چنانچہ دن کے وقت نفل روزے کی نیت کرلیتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپؐ نفل روزے کی نیت کرلیتے' بعد میں حضرت عائشہؓ فرماتیں کہ فلاں چیز پکی ہے تو آپؐ افطار کرلیتے۔ پہلی روایت صحیح مسلم میں ہے' دوسری روایت نسائی میں ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں اور حفصہؓ روزے سے تھیں۔ ہمارے سامنے کھانا پیش کیا گیا' ہمارا جی چاہا' ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حفصہؓ نے آپؐ کے پاس مجھ سے پہلے جا کر پوچھا' اے اللہ کے رسولؐ! ہم دونوں روزے سے تھے۔ ہمارے سامنے کھانا پیش کیا گیا' ہمارا جی چاہا' ہم نے کھانا کھا لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں کسی دن قضا کرلینا۔

(زاد المعاد' جلد اول' مترجمہ انیس احمد جعفری ترتیب: خرم مراد)